947

راج بھگتی

مصنفہ

پنڈت رام رشی بی اے آنرز

جس کو

پنڈت مول چند صاحب نائب تحصیلدار جھجر

نے

اپنے خرچ سے شائع کر کے براہ رفاہ عام پبلک میں مفت

تقسیم کرانے کے لئے چھپوایا

اعلیٰ برقی پریس حوض قاضی دہلی میں لالہ شیو نراین بھٹناگر کے اہتمام سے چھپی سنہ ۱۹۳۲ء

دیباچہ

ان چند اوراق کو پنڈت مولچند صاحب نائب تحصیلدار جھجر کی حسب فرمائش ہدیۂ ناظرین کرنے کی غرض محض یہ ہے کہ عوام غلط فہمی سے بچکر درست راستہ اختیار کریں۔ بہت عرصہ سے پنڈت صاحب موصوف اس کتاب کی تیاری کے لئے زور دیتے رہے۔ مگر مصنف عدیم الفرصتی کی وجہ سے ابتک اس کار مفید عام کے پورا کرنے میں معذور رہا۔ آخر پرمیشور کی نظر نیک کا اشارہ ہوا اور نہایت جلدی کے ساتھ دفعۃً اس کو تیار کرنا پڑا۔ چنانچہ غلطیات کا پورا احتمال ہے۔ امید واثق ہے کہ ہمخیال ہر قسم کی غلطیات کو نظر انداز فرمادیں۔ اور میرے خیالات ہی پر غور کرکے مطالعہ فرمادیں گے۔

خیر خواہ

رام رشی

اوم

باب اوّل

الٰہی شاد و آباد رکھیو جا بجا پنجاب کو حفاظت میں تو رکھیو اپنی خدایا معظم کو

زمیندارو! تحریک کانگریس کے ہولناک اور تباہ کن نتائج سے آگاہ کرنے کے لئے ہی یہ چند صفحات خدمت میں پیش ہیں۔ اس خطرناک تحریک کو شہری بھائیوں نے تو رد کرنے کی تجاویز سوچ لی ہیں۔ وکیل بابو و دیگر ٹیکس گذار سب آنکھ بدلکر یا ان کانگریس سے کنارہ کش ہو گئے ہیں۔ مگر عوام کے لئے یہ خطرناک تحریک ابھی تک ترقی زندگی میں رکاوٹیں ڈال رہی ہے۔ کم تعلیم یافتہ اور بے روزگاروں پر اس کے زہریلے اثرات نمایاں طور پر عیاں ہیں۔ اس تنزل کے زمانے میں اس تحریک نے غریبوں کی مفلسی میں خواہ مخواہ اضافہ کیا ہے۔ سینکڑوں شریف گھرانے گمراہ ہو کر برباد ہو گئے۔ عورتوں پر اس نے نہایت مضر نتائج دکھلائے ہیں۔ نہایت شریف گھروں کی دیویاں ذلیل ذلیل اور کم حیثیت لوگوں میں پھرتی ہیں۔ اور ہر کہ نظارہ ...

کر رہی ہے۔ ہندوستان کے قدیم الوقت سے آتے ہوئے
اصولوں کے خلاف یہ ایک پہلی مثال ہے جو مستورات کو پتی برت
ہی ان کا ایک دھرم ہے)۔ اس اصول کو رد کرنے میں کامیاب
ہو چلی۔ شاستر کاروں نے جہاں مردوں کے لئے دنیوی ترقی
مذہبی فلاح اور ہزاروں طرح کے کاروبار اور دھرموں کی تعلیم
دی ہے۔ مستورات کے لئے پتی برت ہی محض ایک دھرم قرار
دیا ہے۔ یہاں تک لکھا ہے کہ جہاں مردوں کا مالک خدا ہے
عورت کا خدا فقط ان کا ایک پتی ہے۔ اے ہند کی بلبلو! قدیم
الوقت سے اقامت پذیر اپنے دھرم پر کلہاڑی مت مارو بلکہ
تمہاری یہی قربانی ہماری ڈوبتی ناؤ کو تیرا کر پار لے جائیگی۔ ماتاؤ!
گھر والوں کو سنبھالو۔ پتی برت دھرم کا پرچار بہنوں میں کرو۔ پھر
تمام مہم خود بخود فتح ہیں۔ کانگرس کی تحریک نہایت غلط
اصولوں پر مبنی ہے۔ اس نے اقامت امن میں کاری ضرب
لگائی ہے۔ جاہل لوگ بے خوف ہو کر طرح طرح کے جرائم
کرنے لگے ہیں۔ مذہبی تعصب نے خونخوار شکل پکڑ لی ہے۔ ڈاکہ زنی
کی وارداتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اب اس ملک کی اقتصادی
وسیاسی حالت میں کچھ ایسا تزلزل سا نمایاں ہے کہ اس کی

درست وجہ سے **واقفیت پیدا کرنا** اور ضرر رساں **تحریکات** کو عام سوسائٹی سے دفع کر کے ان کے اثرات کی روک تھام کرنا ہر ذی عقل و خدا پرست شہری کا اقامت توازن و امن کے واسطے ایک اہم و ضروری سوال ہو چلا ہے۔ اس کانگرس ہی نے اپنی غلط کاریوں اور خلاف قانون حرکتوں کی وجہ سے تمام ملک میں ایکدم پریشانی پیدا کر دی ہے۔

کانگرس کا آغاز ایک نہایت **پُر مقصد و پُر اغراض** مسئلہ کو زیر غور کر کے کیا گیا تھا۔ اور اُمید تھی کہ ایک روز یہ کانگرس ملک ہند کے لئے تحفہ بیش بہا ثابت ہو گی۔ اس کے اصول اور اس کے قواعد ہمیشہ حکومت ہند کے لئے مفید اور سودمند ثابت ہونگے اور انگریزی حکومت میں یہ ہند کی کانگرس سونے میں سہاگے کا کام کر کے دکھلائے گی اور بیس پچیس کیا بلکہ تیسیوں سال تک یہ ملک وکٹوریہ کا لگایا ہوا پودہ خوب لہلہایا اور اپنے مستقبل کے ثمر سے ہر محب وطن کی روح کو طراوت دیتا رہا۔ مگر دوران جنگ میں اس

سیاسی جماعت (پالیٹکل پارٹی) کی باگ ڈور چند
ایسے آدمیوں کے ہاتھ آ گئی جن کو اپنی ذاتی اغراض
کے لئے حکومتِ ہند سے کشمکش ہو چلی تھی۔ پھر بھی ایک
کافی عرصے تک اس جماعت کی ہستی نہ محض محفوظ ہی
رہی بلکہ دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتی رہی۔
دورانِ جنگ کے خاتمے پر جب حکومتِ ہند اور
کانگرس کے مابین کچھ غلط فہمی واقع ہو گئی تھی تو چاہیئے
تو یہ تھا کہ اُس کو دُور کیا جاتا۔ کیونکہ وہ غلط فہمی زیادہ تر
کانگرسی لیڈروں کی عدم استعداد معاملہ فہمی و
سیاسی معاملات کی کوتاہ اندیشی کی وجہ سے ظہور
میں آئی تھی۔ اور وہ سب اس بات سے ناآشنا بھی
نہیں تھے اور اگر وہ چاہتے تو یہ غلط فہمی بہت جلد
رفع ہو سکتی تھی۔ گورنمنٹ اپنی طرف سے اس غلط فہمی
کو دور کرنے کے لئے ہر طرح تیار تھی۔ مگر کانگرسیوں نے
اس کان بات سنی اور دوسرے کان نکال دی۔ متواتر
دس سال تک کانگرس کا یہی حال رہا۔ سنہ ۱۹۲۹ء کے
آخر میں لاہور کانگرس نے آخر خود ہی یہ فیصلہ کیا کہ اس

بعد کوئی کانگرس نہ ہوگی بلکہ اُس کانگرس کی رائے میں سرزمین ہند میں سوراج ہوگیا۔ موجودہ حکومت کے ساتھ عدم تعاون۔ سول نافرمانی۔ بائیکاٹ اور چند ایسے ہی اور خطرناک اور ناقابلِ عمل اصولوں کے پروپیگنڈے کے قوانین پاس کر دیئے۔

ان کی رائے میں پبلک میں اقامت امن کی ذمہ وار کانگرس قرار پائی اور ملک ہند کی بہبودی بہتری و ابتری کے ذمے وار کارکنانِ کانگرس ٹھیرے۔ غرض کچھ دنوں لوگوں کو اپنے کندھوں پر دو حکومتوں کا سایہ نظر آیا لیکن یہ ایک میان میں دو تلواروں والی مثال بن گئی اب لوگوں کو بھی یہ ایک بے جا بوجھ سا معلوم ہوا چنانچہ پبلک بھی ان حالات کی شاکی ہوگئی اور کوشاں ہوئیں کہ کسی طرح اس دوعملی کا فیصلہ ہو۔ اب کانگرس نے یہ سمجھا تھا کہ ۱۹۲۹ء کی لاہور کی کانگرس کے محض رزولیوشنز ہی سے انگریز ڈر جائیں گے اور اس ملک کو چھوڑ بھاگیں گے۔ مگر جب انھوں نے دیکھا کہ اُن کے خیالات بالکل لغو اور بے معنی ہیں تو بجائے اس کے

اپنی غلطی پر نادم ہوتے۔ غلط اصولوں کی پیروی زیادہ سختی
سے شروع کر دی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ موجودہ حکومت بھی
اپنے مقاصد میں بیجا ہرج دیکھ کر ان کے مقابلے پر تیار ہوئی۔ سمجھوتے
کے لئے بھی کوشش کی گئی۔ مگر اہالی کانگرس ہر طرح سرکش
ہی نظر آئے۔ اور جب پارلیمنٹ نے انگلستان میں بلا کر بھی
ان کو موقعہ دیا تو بھی اپنی باہمی نخوت اور متضاد کی کے
باعث یہ کسی خاص اصول کے پابند نظر نہ آئے۔ بلکہ محض
بدامنی کے ٹھیکے دار معلوم پڑے۔ اس کے اصولوں پر
زیادہ غور سے کام لیا گیا تو یہ جماعت قانونی طور پر باغی
دکھائی دی۔ اور گو قانونی طور پر اس جماعت کی ہستی
۱۹۳۲ء میں ختم ہو چکی تھی۔ مگر پھر بھی حکومت کی دلی منشا
آج تک ان کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کی رہی اور جہاں
ایک طرف حکومت کو اپنی اہم ذمہ داری یعنی ملک
میں امن قائم رکھنے کا خیال ہے۔ دوسری طرف ہر وقت
اس بات کی کوشاں ہے کہ عوام کے دل غلط فہمیوں سے
پاک رہیں۔ برٹش حکومت کے سایہ عاطفت میں یہاں
ہر طرح آسائش ہے۔ آزادی کی لہریں ہر طرف موجزن

ہیں حکومت انگلشیہ ہی تاریخ ہند میں ایک
ایسی حکومت ہے جس کے زیر سایہ ایک صدی
سے زیادہ عرصہ گذر گیا نہ کسی قسم کا خطرہ ہے
نہ جنگ وجدل اور سوائے موجودہ چند سال
کے چونکہ حکومت کی فیاض دلی اور نرم پالیسی
کی وجہ سے کانگرس کے کارکنان نے
بے چینی پیدا کردی ہے۔ یہ ملک امن وترقی
کے گیت الاپتا تھا۔ پس ہر محب وطن و دانشمند
شہری کا فرض ہے کہ ان غلط اصولوں پر مبنی
ناپاک تحریک کو اب جلد از جلد ختم کیا جائے
کیونکہ اس کا نام اور ہستی بے سمجھ پبلک میں
خطرناک نتائج پیدا کر رہی ہے۔ سوراج
کے یہ ڈھنگ ہرگز نہیں ہیں۔ اس لفظ سے
عوام کو غلط فہمی ہو رہی ہے۔ اور پبلک گمراہ
ہوکر تباہ کن راستے اختیار کر رہی ہے۔
بھلا اس قدر تفریقات و متضاد اقوام و مذاہب
پر ملک ہند کا انگریزوں جیسی باحوصلہ۔ بلند ہمت مستقل مزاج

مضبوط حکومت کے ساتھ یا مقابلہ؟

سوراج اگر کبھی مل سکتا ہے تو انگریزوں کے ساتھ
ملکر رہنے ہی سے مل سکتا ہے۔ ان کے خلاف رہنے سے
محض اپنی ہستی۔ ترقی و نام و نمود کو زیر خاک کرنا ہے۔
"تاریخی واقعات اور ناقابل تردید اعداد و شمار کی بنا پر
یہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ جب سے برطانوی حکومت نے
ہندوستان کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی ہے۔ ملک
کی آبادی میں مستقل طور پر ترقی ہوتی رہی ہے۔ لوگوں
کا معیار زیست رفتہ رفتہ بڑھ گیا ہے۔ زراعتی پیداوار میں
زبردست اضافہ ہوا ہے۔ تجارت وسیع ہو گئی ہے۔ معدنی
وسائل بڑھ گئے ہیں۔ مشینوں کے ذریعے باربرداری میں
آسانی ہو گئی ہے۔ بنکوں کی وجہ سے کاروبار میں اضافہ
و ترقی ہو گئی ہے۔ قیمتوں اور مزدوریوں میں بے نظیر
تبدیلیاں آگئی ہیں اور ان تمام امور کے نتیجے کے طور
پر قومی آمدنی میں نمایاں بیشی ہو گئی ہے" محض دو ڈھائی
سال سے جب سے کانگرس نے اپنی غلط تحریک سے
عوام کو گمراہ کرنا شروع کیا۔ حالت ہندوہیں کی وہیں

رک گئی۔ بلکہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس تھوڑے
ہی عرصے کی بے چینی نے ہند کی ترقی کو کافی ضرب لگائی
اور اس ملک کو بیسیوں سال پیچھے ہٹا دیا۔

اہالی کانگریس اس سب تزلزل اور بے چینی کا بار گراں
حکومت کے سر منڈھ رہے ہیں۔ اور سیدھے سادے
زمینداروں کو بہکانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں
کرتے۔ بھلا بتاؤ کیا حکومت کبھی یہ چاہتی ہے۔ کہ آپ
لوگ غریب ہو جاویں اور ترقی نہ کریں بلکہ حکومت رات
دن اس کوشش میں ہے کہ آپ لوگ خوشحالی اور فارغ
البالی کی زندگی بسر کریں۔ حکومت کو اسی میں فائدہ
ہے۔ ہر طرح کی امداد دینے کے لئے تیار رہے۔ نہریں
نکالی ہیں۔ جس سے صدیوں کے غیر آباد قطعہ جات اراضی
سرسبز و شاداب ہو گئے۔ اور ہزارہا بے کار اور بھوکے
کسان مالدار بن گئے۔ جہاں آج سے چالیس سال پہلے
محض جھونپڑیاں ہی جھونپڑیاں تھیں۔ آج وہاں سفید
حویلیاں نظر آ رہی ہیں۔ ریلوں کے جاری ہونے سے
جو تجارتی ترقی ہوئی ہے۔ اس سے ہم سب واقف

ہیں ۔ ڈاک اور تار کا انتظام زمین پر بہشت کا نمونہ ہے
افسوس ہے کہ ایسی ادر مہربان حکومت کے لئے پھر بھی
صبح و شام ایشور پرماتما سے اس کے وقار اور اقامت
دیرینہ کی دعا نہ مانگیں ۔ ہند کی تاریخ میں سوائے اشوک
اکبر و راجہ رامچندر وغیرہ چند محدود مثالوں کے بہت
ہی کم ایسی حکومتیں ہوئی ہیں جو انگریزی حکومت کی
ہمسری کا دعوے کر سکیں ۔ "بلا خوف تردید کہا جا سکتا
ہے ۔ کہ انگریزوں کے تعلق سے ہند میں بے حد ترقی
ہوئی ہے ۔ دنیا کی تجارت میں ہند نے جو لمبے لمبے قدم
رکھنے شروع کئے تھے وہ صرف اس ہی حقیقت پر مبنی
ہیں ۔ کہ ہند اب دنیا کی سب سے طاقتور سلطنت کا
ایک اقتصادی جزو ہے" جو واقعات اب ملک میں
درپیش ہیں ۔ اگر حکومت انگریزی کی عدم موجودگی میں
خدا نخواستہ ہوتے تو لکھوکھا لوگ قحط کی نذر ہو جاتے
چار سال ہو گئے ۔ متواتر قحط پر قحط پڑ رہے ہیں ۔
پھر بھی مہربان سرکار انگلشیہ سے جو کچھ ہو سکتا ہے ۔
امداد کر رہی ہے ۔ اور ہر جگہ غلہ دستیاب ہو سکتا ہے۔

نیز جو لوگ برطانوی شاہنشاہیت پر ماتحت ملکوں کا خون چوسنے کا الزام لگاتے ہیں۔ اس حیرت انگیز نعمت الٰہی نظام کے ساتھ بڑی ناانصافی کرتے ہیں جس کی حدود میں شامل ہو کر ہندوستان کو وہ خوشحالی نصیب ہوئی ہے۔ جو اس نے عرصہ دراز سے خواب میں بھی نہیں دیکھی تھی۔ اور ہند کے ساتھ تو ان کے تعلقات نہایت ہی مشفقانہ و مادرانہ رہے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ ہند اور انگلستان کے اقتصادی فوائد اور اغراض ایک دوسرے کے متضاد نہیں ہیں۔ بلکہ ہر حالت میں موافق ہیں۔ ہندوستان جسقدر زیادہ خوشحال ہوگا۔ جسقدر زیادہ ترقی کریگا اُسی قدر انگلستان کے لئے مفید ہے۔ کیونکہ برطانیہ ایک عظیم الشان سلطنت کا مرکز ہے اور ایک تجارت پیشہ قوم ہے۔ اگر ہند غریب ہے تو اس کا اثر برطانیہ کی آمدنی پر پڑنا ازبسکہ ضروری ہے۔ اگر ہند خوشحال ہے تو اسکی خوشحالی کی وجہ سے برطانیہ کی تجارت کو بیحد فائدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کی دلی غرض یہ ہے۔

کہ یہ ملک ہر پہلو سے ترقی کرے۔ ترقی کے لئے اقامت امن ایک نہایت ضروری سوال ہے۔ چنانچہ پارلیمنٹ جہاں وائسرائے ہند کو اور ہر طرح کی ذمے واری سے سبکدوش کر سکتی ہے۔ اقامت امن ہی اُس کی سب سے بڑی اور اہم ذمہ واری ہے۔ اِس فرض کی ادائیگی کے لئے حکومت ہر چھوٹے سے لیکر بڑے افسر تک زور دیتی ہے۔ چنانچہ ہر محب وطن کا فرض ہے کہ وہ اس معاملے میں حکومت کا ہاتھ بٹائے اور امن میں مخل ہونے والوں کو نیست ونابود کرنے کے درپے رہے۔

دوسری فصل

ہند وہ خطۂ سرزمین ہے کہ جو وفاداری وسلطنت کی خیر خواہی میں آغاز عالم سے اپنا ہمسر وثانی نہیں رکھتا۔ اس کی وفاداری کا امتحان بارہا۔ صدہا کیا بلکہ ہزارہا دفعہ ہوچکا ہے۔ اور آجتک یہ ملک اس

اپنی خاص صفت کے اندر ہمیشہ پورا اُترا ہے۔ ہندوؤں کے زمانے میں تو رعایا اپنے مہاراج کو ایشور ہی کا روپ سمجھتے تھے۔ ہندوؤں کے شاستر آجتک اس بات کے شاہد ہیں کہ راجہ کو رعایا کس وفاداری۔ خیرخواہی اور عزت کے ساتھ پوجتی تھی منوسمرتی کے ساتویں ادھیائے میں منو مہاراج کا فرمان ہے۔ کہ پرمیشور آٹھ لوک پالوں کے جزو لیکر راجہ کے جسم میں داخل کر دیتا ہے۔ پس اس کو آٹھ دیوتاؤں کی مانند پوجنا چاہیئے خواہ راجہ کتنا ہی چھوٹا بچہ ہو۔ رعایا کے واسطے ایشور رُوپ سے اُس کو ہمیشہ پرماتما کا اوتار سمجھو۔ جو راجہ کے ساتھ بدخواہی کا خیال بھی لائے گا۔ ایشور اُس کو نشٹ کر دیگا۔ کیونکہ راجہ سب دھرموں کا محافظ ہے۔ اگر راجہ نہ ہو تو دھرم نشٹ ہو جاتا ہے۔ پس راجہ کی پوجا ہر انسان کا فرض اوّلین ہے۔

منوسمرتی ادھیائے ۷

ملک الشعرا کالی داس اپنی ایک مقدس تصنیف

رگھونبش میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ اگنی ورن راجہ
چھ سات روز تک محلوں سے باہر نہ آسکا۔ رعایا
کو ازحد تشویش ہوگئی۔ وزرا نے مہاراج سے
التجا کی کہ رعایا بے قرار ہے۔ درشن دو۔ مگر مہاراج
کسی خاص وجہ سے باہر نہ آسکے۔ چنانچہ جب لوگوں کا
شبہ اور زیادہ بڑھ گیا تو انھوں نے وزرا کو مخاطب
کرکے کہا کہ اگنی ورن راجہ ضرور یا تو کہیں چلے گئے
یا سورگباش ہوگئے۔ پس ہمیں کوئی اور قابل شخص
مہاراج بنانا چاہیئے۔ وزیروں نے رعایا کو بہت سمجھایا
کہ مہاراج اگنی ورن ابھی زندہ ہیں اور محلوں ہی میں ہیں
مگر رعایا کو تسلی نہ ہوئی۔ آخر وزیروں نے جاکر پھر التجا و
واستدعا کی کہ مہاراج! رعایا ازحد بے چین ہے
اور درشن کئے بغیر شہر کے سب دروازے بند پڑے
ہیں۔ درشن دو۔ تاکہ لوگ اپنے اپنے کاروبار سنبھالیں
مہاراج نے اپنے پاؤں محل کی ایک جھانکی سے باہر
لٹکا دیئے۔ کہتے ہیں سب لوگوں نے نہایت اشتیاق
کے ساتھ اُن کے قدموں میں اپنا اپنا سر رکھا اور خوشی

و مسرت کے گیت گاتے ہوئے اپنے اپنے کاروبار کے لئے چلے گئے۔"
رگھوونش سرگ ۱۹

"ہندوستان کی بہادری۔ جاں نثاری۔ اور قربانی جو جنگ یورپ کے موقعہ پر نمایاں ہوئی وہ سب کے دلوں میں تازہ ہے۔ کہ ہماری پلٹنوں اور رسالوں نے دشمن کے دانت کھٹے کئے اور اپنے بہادرانہ کارناموں سے دنیا کو دنگ کر دیا۔ ہماری ہندوستانی افواج نے فلانڈرز کے منجمد میدانوں اور عراق عرب کی تپتی ہوئی ریت میں یکساں بہادری اور وفاداری کا ثبوت دیا۔ جبکہ دنیا میں طاقت کا مقابلہ تہذیب سے ہو رہا تھا۔ تو ہمارے نوجوانوں نے اپنا گاڑھا خون انصاف اور تہذیب اور اپنی پرانی شاہ سے وفاداری کی روایات کو قائم رکھنے کے لئے بہا دیا۔ آخرکار طاقت کو شکست ہوئی۔ اس آزمائش کے زمانے میں ساری دنیا کی نگاہ ہندوستان کے اوپر تھی۔ کئی امیدیں لگائے بیٹھے تھے کہ انگلستان کی مصیبت میں ہند کو دغا کر اضافہ کریں کہیں یہ توقع تھی

کہ ایسے موقع پر ہندمیں سول لڑائی ہو جائے۔ اور پھر لوٹ مار کا موقعہ ملے۔ غرضیکہ ہندوستان کی سابقہ شہرت خطرے میں تھی اور برٹش گورنمنٹ ہمارا منہ تاک رہی تھی۔ لیکن واہ رے ہندوستان کے بہادر سپاہیو! تم نے عزت کو بچالیا۔ تم نے گھر سے باہر جاکر اپنی جانوں پر کھیل کر ملک کو نیک نام کردیا۔ تمہارے ایک ایک دن کے کارنامے سونے کے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔" اور سنئے!۔

ہند کی وفاداری کے لئے جسقدر رکھا جا سکے تھوڑا ہے بھلا بھاما شاہ نے مہاراجہ رانا پرتاپ کے قدموں میں اپنا تمام دفینہ و خزانہ کس امید پر رکھا تھا۔ اور ایسے وقت میں جبکہ رانا پرتاپ جنگلوں کی خاک چھانتا مارا مارا پھر رہا تھا۔ محض اس لئے کہ وفاداری کا جذبہ اس کی رگ رگ میں سرایت پذیر تھا۔

جب اُس کے ایک دوست نے مصر ہوکر اُس سے وجہ دریافت کی تھی تو اُس نے کشادہ پیشانی اور مسرت آمیز لہجے میں کہا کہ چونکہ یہ سب مال خزانہ میں نے اور میرے

بزرگوں نے راناکی حکومت کے زیرسایہ کمایا ہے۔ اسلئے اس پر جسقدر میرا حق ہے اُس سے کہیں زیادہ اُس راجہ کا ہے۔ جس نے اپنی آئین و قوانین کی مدد سے اسکو محفوظ رکھا ہے۔ واہ رے بھاماشاہ۔ شاباش تیری وفاداری۔ کہتے ہیں یہ خزانہ اس قدر زیادہ تھا کہ رانا پرتاپ اس کی مدد سے بارہ سال تک بے دھڑک جنگ کر سکتا تھا۔

ملک ہند اپنی آن اور وفاداری پر پروانے کے مطابق قربان ہوناجانتا ہے اور خاصکر حصہ پنجاب تو اس صفت بے نظیر میں لاثانی ہے۔ شری مد بھاگوت میں ایک جگہ بیان ہے۔ کہ راجہ سہسرابا ہو جب جمدگنی رشی کی گائیں بزور بازو نہ لے جا سکا تو ایک روز رات کو اُس نے ان گایوں کو رشی کے آشرم سے چرالیا۔ مہرشی جمدگنی نے تو اس بات کو زیادہ اہمیت نہ دی مگر اُن کے فرزند ارجمند پرشرام کو جب پتہ چلا۔ تو چور کو سزا دینے کے لئے سہسرابا ہو کے مقابلہ میں آڈٹا۔ اور اسکو بہت جلد سے تو خاک سُلادیا۔ جب مہرشی جمدگنی کو اس بات کا علم

ہوا وہ کف افسوس مل کر رہ گئے انھوں نے پرشرام کو بلایا اور کہا اے لڑکے تو نے از حد غلطی کی ہے سہسرابا ہو خواہ کیسا بھی تھا۔ تجھے اس کی پوجا کرنی ہی لازمی تھی چاہے دشٹ تجھکو برہم ہتیا و گئو ہتیا کا دوش لگ گیا۔ میں تیری شکل نہیں دیکھونگا۔ پرشرام جی مہرشی کے قدموں میں گر پڑے اور پرائشچت پوچھا۔ جب جمد گنی رشی نے دیکھا کہ پرشرام اپنی غلطی کو مانتا ہے۔ اس سے شاستر کے مطابق ایک سال تک پرائشچت کرایا۔ تب اسکے ہاتھ کا پانی پیا۔ اور اسکو بتلایا کہ انسان کے لئے ایشور بھگتی راج بھگتی گورو بھگتی اور پتری بھگتی چار ہی ایسے وسائل ہیں جس سے وہ اس عالم فانی اور بعد ازاں پرلوک میں اپنا سر اونچا رکھ سکتا ہے اور ایشور بھگتی سے بھی راج بھگتی کا درجہ اول ہے کیونکہ راجہ زندہ پرمیشور روپ ہے جو اس دنیا میں اپنے بھگت کی امداد کرنے کے لئے ہر وقت جیتی جاگتی شکل میں تیار رہتا ہے۔

راج بھگتی نہ صرف دھرم ہی ہے بلکہ نیتی شاستر بھی اسکی ترغیب دیتا ہے۔ راج بھگتوں کے لئے ہی موثر ہیں اور

بگھیاں سواری کے لئے سرخم تسلیم کئے ہوئے تیار رہتے ہیں سفید سفید عالی شان اور اونچے اونچے مکانات بلا قیمت وکرایہ ان کو اشاروں میں دستیاب ہو جاتے ہیں جو طرح طرح کے سامان زندگی سے آراستہ ہوتے ہیں۔ ہزاروں سینکڑوں آدمی راج بھگتوں کے قدموں کی خاک چاٹتے ہیں اپنے آپ کو اقبال مند اور خوش قسمت سمجھتے ہیں۔ راج بھگتوں کے دشمن ہمیشہ خوف زدہ رہتے ہیں۔ بھائی برادری ان کی عزت کرتی ہے۔ دولت و عزت غلاموں کی طرح قدمبوسی کے لئے حاضر رہتی ہے۔ اور ہوا وہ انسان در اصل بدبخت ہے جس کے دل میں راج بھگتی کا جذبہ لو ریں نہیں لیتا۔

راج بھگتی کا جذبہ زیست انسانی کے لئے ترقی کا روح رواں ہے۔ ترقی کے دروازے راج بھگتوں کے لئے چوپٹ کھل پڑتے ہیں۔ راج دروہی قیدخانوں میں پڑے سڑا کرتے ہیں طرح طرح کی اذیتیں ان کو درپیش رہتی ہیں رسوائی ذلت و مفلسی قدم قدم پر ان کو پریشان کرتے ہیں راج سے دروہ رکھنے والا آدمی چانڈال ہوتا ہے۔

پرمیشور ہمیشہ اس سے ناخوش رہتا ہے اور طرح طرح کے مصائب اور عذابات میں مبتلا کرکے اسے راہِ راست پر آنے کی تنبیہ کرتا ہے۔ مگر کرموں کا ہیٹھا اپنی بدبختی کے چنگل میں پھنسکر سکھ نہیں پاتا۔ بدقسمتی اس کی عقل پر پردا ڈالے رکھتی ہے۔ اس کو راج دروہ ہی اپنی زندگی کا اہم مقصد جان پڑتا ہے۔ طرح طرح کی صعوبتوں میں گرفتار رہکر بھی ہونی ہار کی قابو چڑھا رہتا ہے۔ سوسائٹی اسپر نکتہ چینی کرنے لگ جاتی ہے۔ دشمنوں کو عیوب نکالنے کا موقعہ مل جاتا ہے بیشک یہ بات دراصل سچ ہے کہ راجہ سے دروہ رکھنے والا انسان ایک کم بخت انسان ہے۔ خوش قسمت آدمی ہمیشہ اپنے شاہِ وقت کی عزت کرتے ہیں اس پر جان قربان کردینا اپنا فرضِ اوّلین سمجھتے ہیں اور ریپروالوں کی طرح قربانیاں کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ دنیا کی ترقی ان کو قدم قدم پر خوش آمدید کہتی ہے دنیا کی سب راحتیں ان ہی کے لئے تو ہیں۔ راجہ سے بدخواہی رکھنے والا انسان دنیا کے سکھوں سے محروم رہتا ہے۔ اس عالم میں طرح طرح کی مختلف اذیتیں اور بلائیں

جھیلنا ہے۔ اور عقبیٰ میں پرمیشور اسکو سزا دیتا ہے راجہ کا خوف ہر وقت اس کے دل میں جاگزین رہتا ہے۔ ہر وقت کی بے چینی دماغ کو خراب کر دیتی ہے اور تھوڑے ہی دنوں میں جب اُس شخص سے یہ انسانی جسم کا قیمتی جامہ آخر چھین لیا جاتا ہے۔ تو کفِ افسوس مل مل کر روتا ہے اور مقصد زندگی میں ناکامیابی کے کلنک کا ٹیکہ لگا جاتا ہے۔ راج دروہی نہ خود ہی پریشان و بدنام رہتا ہے بلکہ آیندہ آنے والی اپنی نسلوں کو بھی غارِ زوال اور گمنامی کے دریا میں بہا جاتا ہے۔ پس ہر انسان کا فرض ہے کہ اپنے شاہِ وقت کی بُرائی کانوں سے بھی نہ سنے کیونکہ اس سے خیالات پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ منو مہاراج نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ راج دروہی اور ناستک اشخاص کی صورت دیکھنا بھی گناہِ کبیرہ ہے اگر کسی شخص کو مجبوراً کسی راج دروہی یا ناستک کے ساتھ گفتگو کرنی ہی پڑے تو اُسے چاہیئے کہ اکیس ۲۱ روز تک چاندرائن کا برت کرے۔ اسی سلسلے میں مندرجہ ذیل ہدایتیں بھی قابلِ مطالعہ ہیں۔

بالمیک رامائن میں جابال رشی کا فرمان ہے۔

(۱) جو شخص راجہ کی ہستی کو مقدس اور متبرک نہیں سمجھتا جو بوڑھے ماتا پتا کو سخت الفاظ کے ساتھ پیش آتا ہے جو دھوکہ دیکر دوسرے کا مال اڑا لیتا ہے۔ جو اپنی لڑکی کو پتر کی مانند تعلیم نہیں دیتا۔ جو برہمن ناواقفیتی کی وجہ سے کسی انسان کو قتل کر دیتا ہے۔ ان سب کو پانچ ہزار سال تک مش نام نرک میں باس کرنا پڑتا ہے۔

(۲) جو شخص مکر و فریب سے دولت کماتا ہے۔ جو شخص کسی قانون کی اہمیت کو نہ سمجھ کر اس کی غلطی کا پرچار عوام میں کرتا ہے۔ جو شخص احسان کرنے والے سے بدخواہی کرتا ہے جو دوست کے گھر جا کر اپنی عزت کا خیال نہیں رکھتا۔ ان سب کو تین سال کے لئے ندرا دیوی تیاگ دیتی ہے۔

(۳) جو شخص پرمیشور کو سب جگہ حاضر و ناظر سمجھ کر بھی گناہ کرتا ہے۔ جو شخص مال و دولت ہوتے ہوئے بھی غریبوں کی امداد نہیں کرتا۔ جو پرائستری پر نظر بد پھینکتا ہے جو اصول کا پابند اور قول کا سچا نہیں۔ ان سب کا جھتیں سورج کے برت کرنے سے پاپ اترتا ہے۔

(۴) جو شخص اپنے راجہ کو دیکھ کر آداب نہیں بجالاتا ۔ جو ساشٹانگ ہوکر قدمبوسی نہیں کرتا ۔ جو اپنے راجہ کو انسان تصور کرتا ہے ۔ جو راج پتر کے ساتھ بمانند راجہ سلوک نہیں کرتا ۔ جو راجہ کے گھر میں بدخیالی سے گھستا ہے ۔ ان سب کا گناہ تینتیس منگل کے برت کرنے سے دور ہوتا ہے ۔

(۵) جو شخص بوقت مصیبت اپنے راجہ کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے جو راج لکشمی کو پاکر راجہ کی عزت نہیں بڑھاتا ۔ جو شخص یہ نہیں سمجھتا کہ اس دنیا کا مالک پرمیشور ہے جو ناحق خیالات میں مستغرق رہکر اپنے آپ کو یوگی کہلانا چاہتا ہے ان سب کو اس سنسار کا کوئی سکھ پراپت نہیں ہوگا ۔

(۶) جو شخص تحصیل علم کو ہی سب سے افضل قرار نہیں دیتا ہے ۔ جو راجہ کے الفاظ میں عقیدہ نہیں رکھتا ۔ جو اپنے مہاراج کی بھگتی اعتقاد کے ساتھ نہیں کرتا جو مطالعہ کتب کو دنیا کے تجربات پر ترجیح دیتا ہے ۔ جو شخص دن کے وقت نیند کی قابو میں آجاتا ہے ۔ ان سب کا ۱۳ دن خاموش رہنے سے پاپ اُترتا ہے ۔

(۷) جو شخص غفلت کی وجہ سے دوست کا کام بگاڑ

دیتا ہے۔ جو غیر عورت کے ساتھ مسکرا مسکرا کر باتیں کرتا ہے۔ جو درست بات میں یقین ہو جانے پر بھی عمل نہیں کرتا۔ جو شخص راجہ کی دی ہوئی دولت بخوشی قبول نہیں کرتا۔ ان سب کو مثل نام نرک میں تین ہزار سال تک باس کرنا پڑتا ہے۔

چانکیہ اپنے نیتی گرنتھ میں رقمطراز ہے۔ کہ راج بھگتی اس عالم پُر مقصد کی کل راحتوں کا منبع ہے جن سے زیست انسانی میں بیداری اور قوت آتی ہے راجہ کے محض ایک اشارے میں اپنے بھگتوں کے لئے سونے کے ہودوں سے آراستہ سواری کے لئے ہاتھی اور آسائش کے خوبصورت اور بلند اٹاریوں والے محلات آناً فاناً میں تیار ہو جاتے ہیں۔ جو اشیا سخت محنت و مشقت سے دستیاب و حاصل نہیں ہو سکتیں۔ راج پرشوں کو بغیر کسی دقت کے مہیا کر دی جاتی ہیں۔ جس طرح شیر کی دہاڑ سے جنگل گونجتا ہے ویسے راج پرشوں کی آواز خواہ کتنی ہی مدھیم بھی ہو۔ علاقے کو ہلا دیتی ہے۔ خوبصورت و خوشنما پوشاکیں۔ زریں

بریں بلباس اور پیشانی پرجلال راج بھگتوں میں محض نام ہی لکھا دینے سے ہوجاتا ہے۔ جس خوش قسمت شخص کی طرف راجا اپنی نظر تیک اُٹھا کر مسکرا دیتا ہے دولت کا قفل اُس کا نام سُن کر خود بخود کھُل پڑتا ہے عزت و شہرت قدمبوسی کے لیے منتظر رہتی ہیں۔ آناً فاناً میں وہ شخص کچھ کا کچھ بن جاتا ہے۔

عہد اکبری میں بیربل اور فیضی جیسی ہستیاں ایک حالت گمنامی سے کس طرح شاہنشاہ کے دربار کے جواہرات بیش بہا کے شمار میں شمولیت حاصل کر گئے۔ اس بات سے کون ناآشنا ہے۔ بہمنی سلطنت کی بنیاد جس نے صدیوں تک دکن میں با اختیار طور پر حکمرانی کی۔ ایک گنگو نام برہمن اس کا بانی تھا۔ جس کو اس کے آقا حسن نے خوش ہو کر دکن کی جائداد کا خود مختار مالک قرار دیدیا تھا۔ راج ترنگنی کا مصنف کلہن۔ کالیداس اور چانکیہ یہ تمام اپنے اپنے شاہنشاہان کی نظر نیک کے اشاروں سے زینت عالم بن گئے اور مان لیا کہ انہوں نے اپنی فاضلانہ تقاریر اور وفادارانہ کارروائیوں

سے اپنے مہاراجاؤں کو کافی سے زیادہ امداد دی اور ان کی شہرت کو چار چاند لگا دئے۔ تاہم چندر گپت اور بھوج جیسے مہاراج راجگان نے جو آج تک نہ بذات خود روز روشن کی مانند برق نما ہیں۔ بلکہ اپنے ماتحتان کو محسن کے خطابات سے مزین کر گئے۔ غرض دنیا کی تواریخ اس بات کی شاہد ہے۔ کہ اپنے شاہِ وقت کی صدق دل سے خدمات بجالانے والا انسان زینہ ترقی پر نہایت جلد گامزن ہو جاتا ہے۔ پس بادشاہ کی وفاداری نہ صرف ہمارا مذہبی وروحانی فرض ہے۔ بلکہ اس حکمت عملی کے اندر ہی ہماری اخلاقی و دنیوی ترقی کا راز بھی مخفی ہے دنیا کا ہر ایک کام پرمیشور کی مرضی کے عین مطابق ہوتا ہے۔ جس کا انسان محض ایک ایجنٹ ہے۔ اگر انسانوں کی خواہش کے مطابق انتظام عالم سرانجام پاتا ہوتا تو دنیا کا نقشہ آج کچھ اور ہی طرح نظر آتا۔ ہر ایک کی عقل کا محرک وہ بذات خود ہے۔ یہ دنیا اُس کا تماشہ ہے جو کہ خود بخود وقت کے چکر پر ظہور پذیر ہے۔ وقت کے چکر کو وہ خود گھما رہا ہے۔ اور یہ بے قرار اور فانی عالم

ایک نافانی اور پرکشش شکل میں نمودار ہو رہا ہے۔ قوانین قدرت اُس کے اشارے ہیں۔ آفتاب۔ مہتاب زمین و آسمان ستارے و ستارے۔ نباتات و حیوانات۔ پرند و انسان۔ دیوتا و فرشتے۔ غرضکہ سب کے سب وقت کے چکر پر چڑھے ہیں اور ایک عجیب و غریب گردش میں ہیں۔ اگر گردش سے بچا ہوا ہے تو وہ خود ہے اور کال کا چکر چلا رہا ہے۔ جس سے ہر چیز ایک معین وقت پر دنیا کے سامنے آتی ہے اور پھر نظر سے غائب ہو جاتی ہے۔ حکومت انگریزی کا عہد شاستر کاروں نے ۷۰۰ سال لکھا ہے۔ اس وقت سے پہلے کوئی طاقت ان کو یہاں سے ہٹا نہیں سکتی رامائن میں بھی شری مہاراج مریادا پرشوتم بھگوان رامچندر نے جنگ لنکا میں سلوچنا کو بر دیا تھا۔ کہ کلجگ کے زمانے میں جبکہ ہند میں کوتاہ اندیش لوگ پیدا ہوں گے اور اس ملک میں نہایت بدامنی پھیل جائے گی اور لوگ جانوروں جیسے کرم کرینگے تیری اولاد کئی ہزار سال تک چکرورتی راج کریگی اور

لوگ پھر خوش حال ہو جائیں گے اور امن قائم ہوگا۔ اس ہی قسم کے کچھ الفاظ بھوشیہ پُران میں بھی درج ہیں۔ علاوہ ازیں برطانی حکومت ہی ایک ایسی حکومت ہے جو اس مختلف و متضاد مذاہب سے بھرے ہوئے ملک میں توازن قائم رکھنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ اور سنئیے:-

باب سوم

ملک ہند جس کی زیادہ تر آبادی دیہات میں ہے ہمیشہ سے سادگی پسند اور خلاف از انقلابات رہا ہے اگرچند مرتبہ اس ملک کی حالت میں کوئی نمایاں تبدیلی وقوع میں آئی بھی تو محض شہروں کے محدود حلقہ جات میں ورنہ دیہات کے سادہ لوح زمیندار عموماً اس بات کے خلاف رہا کرتے ہیں کہ قدیم الایام سے بدستور آتے ہوئے دستوروں کو کسی قسم کی ضرب نہ پہنچے۔ اور ان کا فائدہ بھی اس ہی میں ہے۔ پرمیشور نے اُن کو ایک ایسے میدانی سرسبز میدان میں پیدا کیا ہے کہ اپنی ضروریات زندگی کی جستجو میں زیادہ انہیں مارا

مارا پھرنے کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی۔ آجتک جتنی
حکومتیں اس خطۂ ہند پر قائم ہوئیں ہیں۔ دیہات
کی طرف جسقدر توجہ حکومت انگریزی کے زمانہ میں
ہوئی۔ پیشتر کبھی دیکھنے میں نہیں آئی خواہ کوئی سرکار
ہوئی۔ دیہاتیوں سے معاملہ زمین کے لئے لوٹ کھسوٹ
مار پٹائی کی اور بس۔ نہ اُن کے جائز حقوق کی پرواہ
تھی اور نہ ہی کافی انتظام امن اور معاملہ زمین بھی
جس کے دل میں جو آیا۔ وصول کرلیا۔ کسی نے فصل
کا نصف حصّہ۔ کسی نے ⅖ اور ⅓ سے کم تو شاذونادر
ہی کسی نے لیا ہو۔ نہ کوئی درست قواعد و قوانین
ہی مقرر تھے اور نہ ہی دیہاتیوں کی ترقی کا کسی
کے دل میں کبھی خیال آیا۔ غور کا مقام ہے۔ کہ کونسی
حکومت نے گاؤں گاؤں میں اسقدر مدرسے جاری
کئے تھے۔ ہسپتالوں اور ڈاکخانوں کا انتظام اہل
دیہہ کے واسطے کس راج میں اس خوش اسلوبی اور
سہولیت سے جاری تھا۔ جگہ بجگہ کون ایسا شاہ تھا
جس نے اسقدر روپیہ لوگوں کی حفاظت کے لئے خرچ

گیا۔ اگر حمام یا سرائے یا کوویں بھی بنوائے تو شہروں ہی میں۔ مسجدیں۔ نمازگاہیں۔ باغات غرض سب کچھ شہروں ہی کے واسطے کیا۔ راجہ مہاراجاؤں نے بھی شہروں ہی کی رونق دوبالا کیں۔ نگرباسیوں ہی کے لئے زیادہ سہولتیں بہم پہنچائیں۔ بیچارے دیہاتیوں کو سڑی بلّی کے برابر بھی کوئی نہیں پوچھتا تھا۔ انگریزی حکومت نے شیر بکری کو ایک گھاٹ پانی پلا دیا۔ امیر غریب سب کے حقوق کی حفاظت کی ہے۔ خورد و کلاں سب کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ گو اہلیان ہند کے باہمی نفاق نے سرکار انگریزی کے درست انتظام میں کافی سے زیادہ رکاوٹ پیدا کی ہے۔ اور موقعہ بہ موقعہ ظاہرہ ایسا جان پڑتا ہے۔ کہ حکومت کسی ایک پارٹی کی طرفداری کے درپئے ہے۔ مگر دراصل حکومت کا مدّعا کسی ایک پارٹی کی طرفداری یا دوسری کی بدخواہی سے کبھی نہیں ہوا۔ حکومت کی غرض محض ہر پارٹی کا توازن قائم رکھنے سے ہوتی ہے اور زورآور اور ظالم کے مقابلے پر انصاف اور حق کی امداد کی جاتی ہے۔ تاکہ کوئی زبردست کسی کے امن و ترقی میں

Date	No.	Date	No.